تفسیر تبیان القرآن (غلام رسول سعیدی) میں مسائل نکاح کا بیان: ایک تحقیقی جائزہ *Marital Issues in Tafsir Tibyan-ul-Quran (by Ghulam Rasul Saeedi): A Research Review. Pakistan Journal of Islamic Research, 27(1), 99-126.*

تفسیر تبیان القرآن (غلام رسول سعیدی) میں مسائل نکاح کا بیان: ایک تحقیقی جائزہ

Marital Issues in Tafsir Tibyan-ul-Quran (by Ghulam Rasul Saeedi): A Research Review

حافظ طارق محمود *

مظہر حسین بھدرو **

Abstract

This research article presents a critical and analytical study of the jurisprudential and social perspectives on marital issues (*Masail-e-Nikah*) as expounded in *Tafsir Tibyan-ul-Quran*, authored by the renowned 20th-century Islamic scholar, Allama Ghulam Rasul Saeedi. *Tibyan-ul-Quran* is widely recognized for its modern approach to traditional jurisprudence, bridging classical Islamic legal frameworks with contemporary societal challenges. This study specifically investigates how Allama Saeedi addresses the legal, ethical, and societal dimensions of marriage, including conditions of a valid marriage contract (*Nikah*), the role of guardianship (*Wilayah*), consent, dowry (*Mahr*), rights and obligations of spouses, and the resolution of marital conflicts. Using a qualitative and descriptive-analytical research methodology, this paper examines Allama Saeedi's unique style of *Tafsir*. It explores how he synthesizes classical Hanafi jurisprudence (*Fiqh*) with textual evidence from the Quran and Sunnah, while simultaneously taking into account the ground realities of the modern Muslim family structure. The research highlights his balanced approach, where he remains firmly rooted in traditional orthodoxy yet demonstrates flexibility and intellectual depth when addressing modern social shifts and domestic complexities. The findings indicate that Allama Saeedi's treatment of marital issues offers comprehensive guidance that is highly relevant to contemporary legal and ethical debates surrounding family law in the Muslim world. Ultimately, this review concludes that *Tafsir Tibyan-ul-Quran* serves as an indispensable academic and practical resource for legal theorists, religious scholars, and sociologists aiming to understand the intersection of classical Islamic jurisprudence and modern socio-marital dynamics.

Keywords: *Tibyan-ul-Quran*, Ghulam Rasul Saeedi, Marital Issues (*Masail-e-Nikah*), Islamic Jurisprudence, Family Law, Contemporary Analysis.

قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو قیامت تک کے انسانوں کے لیے راہنمائی کا سرچشمہ ہے۔ لیکن یہ راہنمائی تبھی ملتی ہے جب اس کلام کو سمجھا جائے اور اس کے معانی و مفاہیم تک رسائی حاصل ہو۔ یہی وہ ضرورت ہے جس نے ہر دور میں علماء کو تفسیر لکھنے پر آمادہ کیا۔ اردو زبان میں لکھی جانے والی تفاسیر میں علامہ غلام رسول سعیدی کی "تبیان القرآن" ایک ایسا شاہکار ہے جو اپنی جامعیت، علمی گہرائی اور عام فہم اسلوب کی وجہ سے ممتاز مقام رکھتی ہے۔ زیرِ نظر فصل میں اسی عظیم تفسیر اور اس کے جلیل القدر مصنف کا تعارف پیش کیا جائے گا۔

---

* پی ایچ ڈی سکالر، خواجہ فرید یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، رحیم یار خان۔

** لیکچرر، اسلامیات، خواجہ فرید یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، رحیم یار خان۔

صاحب تبیان القرآن کا تعارف:

علامہ غلام رسول سعیدی کی ولادت دس رمضان المبارک 1356ھ مطابق چودہ نومبر 1937ء کو جمعہ کے مبارک دن دہلی میں ہوئی۔ خاندانی پسِ منظر کے بارے میں ان کے بڑے بھائی سید محمد وزیر دہلوی نے اپنے والد سید محمد منیر دہلوی کی یہ روایت بیان کی ہے کہ مغل بادشاہ شاہجہاں نے ایک بار ریگزار میں ایک میلہ منعقد کیا۔ ملا سعیدی کا خاندان اسی سید اور عالمِ دین کی نسل سے ہے۔ یہ وہ علمی اور دینی وراثت ہے جو نسل در نسل چلتی آئی اور بالآخر علامہ سعیدی کی شخصیت میں اپنے عروج کو پہنچی۔ 1958م میں انہوں نے سید احمد شاہ کاظمی کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور اسی نسبت کی برکت سے سعیدی کا لقب اپنایا۔ اس دن سے وہ غلام رسول سعیدی کے نام سے پہچانے جانے لگے اور یہی نام آج علمی دنیا میں ایک روشن ستارے کی طرح چمک رہا ہے۔[1]

کہتے ہیں کہ انسان کی شخصیت اس کے استادوں کا عکس ہوتی ہے۔ علامہ غلام رسول سعیدی کی علمی عمارت جن ہاتھوں نے تعمیر کی وہ نام تاریخ کے صفحات پر سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں: مولانا عبد الغفور رحمہ اللہ، مفتی عزیز احمد بدایونی رحمہ اللہ ، مولانا حافظ عطاء بخش بندیالوی مدرسہ امدادیہ مظہریہ بندیال، مولانا جام ظفر چھٹہ رحمہ اللہ مردان، مولانا مختیار احمد رحمہ اللہ ۔یہ آٹھ نام، آٹھ چراغ جن کی روشنی میں علامہ غلام رسول سعیدی نے وہ مقام پایا جو لاکھوں دلوں میں زندہ ہے۔[2]

علامہ صاحب کی تصانیف درج ذیل ہیں: توضیح البیان لخزائن العرفان، ذکر بالجہر، تذکرۃ المحدثین، تاریخ نجد و حجاز، مقالاتِ سعیدی[3]۔ وفات: طویل علالت کے بعد مورخہ ۵ فروری ۲۰۱۶ء کو ۷۹ برس کی عمر میں آپ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

نکاح کی لغوی و اصطلاحی تعریف:

عربی زبان میں اس لفظ کی جڑ "وطئ" سے ملتی ہے یعنی زوجین کا باہم ملنا۔ جب یہی لفظ عقد اور معاہدے کے لیے بولا جائے تو یہ مجاز مرسل ہے یعنی سبب کو اس کے نتیجے کے نام سے پکارا گیا۔ گویا عربی نے

---

[1] سعیدی، غلام رسول، تبیان الفرقان، (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، سن ندارد)، ا: ۴۳

[2] ایضاً، ۵۱

[3] ایضاً، ۴۷

ایک ہی لفظ میں وہ پوری داستان سمو دی جو ایک رشتے کی ابتداء سے اس کے انجام تک پھیلی ہوتی ہے پہلے عہد، پھر ملاپ۔ فارسی زبان نے اس رشتے کو "عروس" اور "نکاح" کے پیکر میں ڈھالا اور ان الفاظ میں صرف ایک قانونی بندھن نہیں بلکہ ایک جشن، ایک رسم، ایک نئی زندگی کا آغاز بھی شامل ہے۔ عقد بھی، بیاہ بھی، عروسی بھی یعنی فارسی نے اس رشتے کو صرف کاغذ پر نہیں بلکہ دلوں پر بھی ثبت کیا۔[4] انگریزی زبان نے اسے Marriage اور Matrimony کہا اور بلیک لاء ڈکشنری نے اسے اس طرح بیان کیا کہ: "یہ وہ قانونی معاہدہ ہے جس کے ذریعے مرد اور عورت باضابطہ طور پر شوہر اور بیوی بن جاتے ہیں۔"[5]

فقہاء نے نکاح کو محض ایک سماجی رسم نہیں سمجھا بلکہ اسے ایک مکمل شرعی ڈھانچے میں رکھ کر دیکھا اور ہر مکتبِ فکر نے اپنے انداز میں اس کی تعریف کی۔ احناف کی نظر میں نکاح وہ عقد ہے جو مرد کو عورت سے فائدہ اٹھانے کا حق دیتا ہے یعنی ایک ایسا قانونی بندھن جو دونوں کے درمیان حلال تعلق کی راہ کھولتا ہے۔ علامہ ابنِ عابدین شامیؒ لکھتے ہیں کہ: " نکاح وہ عقد ہے جو عورت سے استمتاع کو حلال کرتا ہے۔"[6]

نکاح کی شرائط:

ایمان کا ہونا مردوں میں واجب اور عورتوں میں مستحب:

وَلَا تَنكِحُواْ ٱلْمُشْرِكَٰتِ حَتَّىٰ ـــــ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ [7]

"اور مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ یقیناً ایک مومن باندی کسی بھی مشرک عورت سے بہتر ہے، خواہ وہ مشرک عورت تمہیں پسند آرہی ہو، اور اپنی عورتوں کا نکاح مشرک مردوں سے نہ کراؤ جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ اور یقیناً ایک مومن غلام کسی بھی مشرک مرد سے بہتر ہے خواہ وہ مشرک مرد تمہیں پسند آرہا ہو۔ یہ سب دوزخ کی طرف بلاتے ہیں جبکہ اللہ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے، اور اپنے احکام لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔"

---

[4] بھٹہ، میاں مسعود احمد، حیات النساء، (لاہور: مطبعۃ الحدید چیمبر لین روڈ، ط۲۰۰۵ء)، ۱۱۵

[5] Garner, Bryan A. (ed.), Black's Law Dictionary, 9th ed., (Missesota: West Publishing Company St. Paul, 2009), 1064.

[6] شامی، ابنِ عابدین، رد المحتار، (ریاض: دار عالم الکتب، ۱۹۹۹ء)، ۴: ۵۹

[7] البقرہ: ۲۲۱

غلام رسول سعیدیؒ نے تبیان القرآن میں اس آیت کی شرح کرتے ہوئے بہت گہری اور عملی باتیں بیان کی ہیں جو آج کے دور میں بھی اتنی ہی قابلِ عمل ہیں جتنی پہلے تھیں۔ علامہ سعیدیؒ نے پہلے اس آیت کا سیاق وسباق واضح کیا۔ انہوں نے بتایا کہ اس سے پہلی آیت میں یتیموں کے ساتھ مخالطت کا جواز بیان ہوا تھا جس سے یہ بھی سمجھا جا سکتا تھا کہ یتیم لڑکے یا لڑکی سے نکاح بھی جائز ہے۔ اس تناظر میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نکاح کے کچھ بنیادی مسائل بیان فرمائے۔ علامہ سعیدیؒ نے اس ممانعت کی جو حکمت بیان کی ہے وہ نہایت فکر انگیز ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ زواج کی وجہ سے زوج اور بیوی کے درمیان جسمانی اور ذہنی قربت پیدا ہوتی ہے اور وہ ایک دوسرے کے عقائد، نظریات اور خیالات سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ خطرہ ہے کہ مشرک شوہر کے عقائد سے مسلمان بیوی متاثر ہو یا مشرک عورت کے نظریات سے مسلمان شوہر متاثر ہو۔ اسلام نے اس خطرے کو محسوس کرتے ہوئے یہ راستہ ہی بند کر دیا۔[8]

علامہ سعیدیؒ نے ایک اور اہم اصول بیان کیا کہ جب کوئی کام نفع اور نقصان کے درمیان ہو تو نقصان سے بچنا نفع کے حصول سے زیادہ ضروری ہے۔ اگرچہ یہ بھی ممکن تھا کہ مسلمان شوہر یا بیوی مشرک کو متاثر کر کے اسے اسلام کی طرف لے آئے لیکن نقصان کا خطرہ زیادہ تھا اس لیے اسلام نے یہ راستہ بالکل بند کر دیا۔ علامہ سعیدیؒ نے یہ بھی واضح کیا کہ یہاں شرک سے مراد صرف بت پرستی نہیں بلکہ کفر کی تمام اقسام ہیں۔ اس لیے ملحد، مجوسی، بُت پرست اور کسی بھی قسم کے کافر سے نکاح جائز نہیں چاہے مسلمان مرد ہو یا مسلمان عورت۔

اہلِ کتاب سے نکاح کا استثناء:

علامہ سعیدیؒ نے ایک اہم سوال کا جواب بھی دیا ہے جو اکثر ذہنوں میں اٹھتا ہے۔ جب مشرک عورتوں سے نکاح منع ہے تو پھر اہلِ کتاب یعنی یہودی اور عیسائی عورتوں سے نکاح کیوں جائز ہے جبکہ قرآن خود انہیں بھی مشرک کہتا ہے۔ اس سوال کا جواب علامہ سعیدیؒ نے دو پہلوؤں سے دیا ہے۔ پہلا یہ کہ قرآنِ کریم کی اپنی اصطلاح میں بت پرستوں کے لیے "مشرکین" کا لفظ آتا ہے اور یہود ونصاریٰ کے لیے "اہلِ کتاب" کا۔ یہ دونوں اصطلاحات قرآن میں الگ الگ استعمال ہوئی ہیں جو اس امر پر دال دلالہ واضحہ ہے کہ ان میں فرق ہے۔ دوسرا یہ کہ اگر مشرکات کے عموم میں اہلِ کتاب بھی شامل تھیں تو سورۃ المائدہ کی آیت 5 نے انہیں اس عموم سے مستثنیٰ کر

---

[8] سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، ۱: ۸۲۷

دیا۔ علامہ سعیدیؒ نے یہ بھی بتایا کہ خالص مشرکہ اور اہلِ کتاب عورت میں فرق کیوں ہے۔ مشرک نہ خدا کو مانتا ہے، نہ کتاب کو، نہ رسول کو، نہ قیامت کو اور نہ مباح و ممنوع کا قائل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اہلِ کتاب ان تمام چیزوں کو مانتے ہیں ان کا کفر صرف اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اپنے رسول کو خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دیا۔ [9]

مسلمان مرد اور اہلِ کتاب عورت کے نکاح اور مسلمان عورت و اہلِ کتاب مرد کے نکاح میں فرق:

علامہ سعیدیؒ نے ایک اور اہم سوال کا جواب دیا ہے کہ مسلمان مرد کا اہلِ کتاب عورت سے نکاح جائز ہے لیکن مسلمان عورت کا اہلِ کتاب مرد سے نکاح کیوں جائز نہیں؟ علامہ سعیدیؒ نے اس کی حکمت یہ بیان کی کہ گھریلو زندگی میں مرد حاکم اور عورت محکوم ہوتی ہے۔ اگر مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد سے ہو تو اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ وہ اپنے کافر شوہر کے اثر سے مرتد ہو جائے۔ لیکن جب شوہر مسلمان ہو اور بیوی اہلِ کتاب ہو تو گھر میں اسلامی ماحول ہو گا اور اس عورت کو اسلام کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملے گا جس سے اس کے مسلمان ہونے کے امکانات زیادہ ہوں گے۔ اور اگر وہ مسلمان نہ بھی ہو تو بچے بہر حال باپ کے دین پر ہوں گے۔ [10] علامہ سعیدیؒ نے یہ بھی بتایا کہ ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ دار الکفر میں اہلِ کتاب عورت سے نکاح کرنا مکروہِ تحریمی ہے کیونکہ وہاں انکار کا تغلّب ہوتا ہے اور جس حکمت کی وجہ سے یہ نکاح جائز قرار دیا گیا ہے وہ وہاں پوری نہیں ہو سکتی۔ علامہ سعیدیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں نہایت جامع اور مدلل بحث کی ہے۔ انہوں نے نہ صرف حکم بیان کیا بلکہ اس کی حکمت بھی واضح کی، شانِ نزول بھی بتایا اور مختلف سوالات کے جوابات بھی دیے۔ خاص طور پر اہلِ کتاب سے نکاح کے جواز کی توجیہ اور مسلمان مرد و عورت کے نکاح میں فرق کی وجہ بیان کرنے میں علامہ سعیدیؒ نے جو گہرائی دکھائی ہے وہ ان کی فقہی بصیرت کی دلیل ہے۔ یہ بحث عصرِ حاضر میں بین المذاہب شادیوں کے بڑھتے ہوئے رجحان کو دیکھتے ہوئے اور بھی اہم ہو جاتی ہے۔

---

[9] سعیدی، تبیان القرآن، ۱: ۸۴۳

[10] ایضاً

عورت کی رضامندی:

اسلام نے صنف نازک کو وہ وقار دیا ہے جو دنیا کی کسی تہذیب نے نہیں دیا۔ نکاح جیسے اہم معاملے میں عورت کی رضامندی کو لازمی قرار دینا اسی احترام کا اظہار ہے۔ جاہلیت میں عورت کو ایک شے کی طرح سمجھا جاتا تھا جسے کوئی بھی جب چاہے جہاں چاہے باندھ دے۔ اسلام نے آکر اس سوچ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور عورت کو نکاح میں اپنی رائے دینے کا حق دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس حق کو قرآنِ کریم میں ان الفاظ میں بیان فرمایا:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُواْ ٱلنِّسَآءَ كَرْهًا ۖ[11]

"اے ایمان والو، تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم عورتوں کے وارث بن جاؤ زبردستی۔"

سعیدیؒ نے تبیان القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں جاہلیت کے اس ظالمانہ نظام کو بے نقاب کیا ہے جس میں عورت کی رضامندی کا کوئی تصور نہیں تھا۔ علامہ سعیدیؒ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی شخص فوت ہو جاتا تو اس کے وارث اس کی بیوہ کے مالک بن جاتے تھے۔ وہ چاہتے تو اس کا نکاح کسی اور سے کر دیتے، چاہتے تو خود اس سے نکاح کر لیتے اور چاہتے تو اسے ہمیشہ کے لیے قید کر کے رکھ لیتے۔ اس ظلم کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس ظالمانہ رواج کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔

علامہ سعیدیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں جاہلی ظلم کی ایک اور شکل بھی بیان کی ہے۔ جب بیوہ عورت کسی اور جگہ نکاح کرنا چاہتی تو وارث اسے روک لیتے تھے۔ اس روکنے کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ اگر وہ آزاد ہو گئی تو اپنے مہر کا مطالبہ کرے گی۔ اس لیے وہ اسے اس وقت تک نہیں چھوڑتے تھے جب تک وہ اپنے مہر کی رقم انہیں دے کر اپنی آزادی نہ خرید لے۔ اور اگر بیچاری عورت یہ رقم بھی نہ دے سکے تو وہ ان کی قید میں مرتی رہتی اور مرنے کے بعد یہ لوگ اس کے مہر کی رقم پر قبضہ کر لیتے تھے۔ [12] علامہ سعیدیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں جاہلی معاشرے کے اس گھناؤنے چہرے کو سامنے لایا ہے جو عورت کو ایک انسان نہیں بلکہ ایک چیز سمجھتا تھا۔ آیت کا یہ حکم کہ زبردستی عورت کا وارث بننا حرام ہے دراصل نکاح میں عورت کی رضامندی کی لازمی شرط کا اعلان ہے۔ اسلام نے نہ صرف

---

[11] النساء:۱۹

[12] سعیدی، تبیان القرآن، ۲: ۶۱۳

یہ ظلم بند کیا بلکہ عورت کو یہ حق دیا کہ وہ اپنی مرضی سے جہاں چاہے نکاح کرے اور کوئی اسے روک نہ سکے۔ یہ بحث آج کے دور میں بھی اتنی ہی اہم ہے۔ آج بھی بعض معاشروں میں جبری شادیاں ہوتی ہیں اور لڑکیوں کی مرضی کے بغیر انہیں نکاح پر مجبور کیا جاتا ہے۔ علامہ سعیدیؒ کی یہ تفسیر واضح کرتی ہے کہ ایسا کرنا نہ صرف ظلم ہے بلکہ صریح قرآنی حکم کی خلاف ورزی بھی ہے۔ اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَٰجَهُنَّ إِذَا تَرَٰضَوْاْ بَيْنَهُم بِٱلْمَعْرُوفِ [13]

"تم ان کو منع نہ کرو اس بات سے کہ وہ اپنے سابقہ شوہروں سے نکاح کریں جب وہ آپس میں قاعدے کے مطابق راضی ہوں۔"

علامہ سعیدیؒ نے اس مقام کی تفسیر میں یہ واضح کیا ہے کہ عورت کو ولی کی اجازت کے ساتھ ساتھ خود بھی نکاح میں رضامند ہونا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جب وہ دستور کے مطابق ایک دوسرے سے راضی ہو جائیں" جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نکاح میں عورت کی اپنی رضامندی ایک لازمی شرط ہے نہ کہ محض ایک رسمی معاملہ۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس عورت کا نکاح مسترد کر دیا جس کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کیا گیا تھا۔

باندی سے نکاح کے لیے عدم طول حرّہ شرط ہے:

اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان فرمایا:

ومن لم يستطع منكم طولاً ۔۔۔۔ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ [14]

"اور تم میں سے جو لوگ اس بات کی طاقت نہ رکھتے ہوں کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کر سکیں، تو وہ ان مسلمان کنیزوں میں سے کسی سے نکاح کر سکت ہیں جو تمہاری ملکیت میں ہوں، اور اللہ کو تمہارے ایمان کی پوری حالت خوب معلوم ہے۔ تم سب آپس میں ایک جیسے ہو۔، لہٰذا ان کنیزوں سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کر لو، اور ان کو قاعدے کے مطابق ان کے مہر ادا کرو، بشرطیکہ ان سے نکاح کا رشتہ قائم کر

[13] البقرہ:۲۳۲

[14] سورۃ النساء:۲۵،۲۶

کے انہیں پاک دامن بنایا جائے، نہ وہ صرف شہوت پوری کرنے کے لیے کوئی (ناجائز) کام کریں، اور نہ خفیہ طور پر ناجائز آشنائیاں پیدا کریں۔ پھر جب وہ نکاح کی حفاظت میں آجائیں، اور اس کے بعد کسی بڑی بے حیائی (یعنی زنا) کا ارتکاب کریں تو ان پر اس سزا سے آدھی سزا واجب ہوگی جو (غیر شادی شدہ) آزاد عورتوں کے لیے مقرر ہے۔ یہ سب (یعنی کنیزوں سے نکاح کرنا) تم میں سے ان لوگوں کے لیے ہے جن کو (نکاح نہ کرنے کی صورت میں) گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو۔ اور اگر تم صبر ہی کیے رہو تو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے۔ اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔"

علامہ سعیدیؒ کے نزدیک سورۃ نساء کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ باندی سے نکاح کی اجازت اس شخص کے لیے دی گئی ہے جو آزاد مؤمنہ عورت سے نکاح کی مالی استطاعت نہ رکھتا ہو اور اسے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو۔ تاہم آیت کے آخر میں "وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ" فرما کر واضح کر دیا گیا کہ اگر صبر ممکن ہو تو باندی کے بجائے آزاد عورت سے نکاح کا انتظار کرنا زیادہ بہتر اور پسندیدہ ہے۔ [15]

ولی کی اجازت:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

فَانْكِحُوْهُنَّ بِإِذْنِ اَهْلِهِنَّ[16]

"ان سے نکاح کر لو ان کے گھر والوں کی اجازت کے ساتھ۔"

علامہ سعیدیؒ اس آیت سے استنباط کرتے ہیں کہ نکاح میں ولی کی اجازت اور سرپرستی کو اہم حیثیت حاصل ہے کیونکہ قرآن نے باندیوں کے نکاح کے لیے بھی ان کے اہل (اولیاء) کی اجازت کا ذکر کیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ حکم نکاح کے معاملات میں خاندان اور ولی کی نگرانی و رضامندی کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے تاکہ نکاح درست اور معاشرتی اعتبار سے محفوظ بنیادوں پر قائم ہو۔ [17]

---

[15] سعیدی، تبیان القرآن، ۲: ۶۳۹

[16] النساء:۲۵

[17] سعیدی، تبیان القرآن، ۲: ۶۳۹

محرمات نکاح:

وَلَا تَنكِحُوا۟ مَا نَكَحَ ءَابَآؤُكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ ۔۔۔۔إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا[18]

"اور ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے آباء نکاح کر چکے ہوں۔"

علامہ سعیدیؒ بیان کرتے ہیں کہ ان آیات میں قرآنِ مجید نے نکاح کے لیے حلال اور حرام رشتوں کی واضح حدود مقرر کر دی ہیں تاکہ خاندانی نظام پاکیزگی، احترام اور فطری توازن پر قائم رہے۔ ان کے نزدیک محرماتِ نکاح کی تعیین شریعت کا قطعی حکم ہے۔ لہٰذا ان رشتوں کے ساتھ نکاح کسی صورت جائز نہیں جبکہ ان کے علاوہ عورتوں سے شرعی شرائط کے مطابق نکاح کی اجازت ہے۔[19]

کافرہ عورتوں میں کتابیہ کی شرط:

اللہ تعالیٰ نے اس شرط کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

ٱلْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ ٱلطَّيِّبَٰتُ ۖ ۔۔۔وَهُوَ فِى ٱلْءَاخِرَةِ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ [20]

"آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے، اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے، اور تمہارے لیے حلال ہیں مومنہ پاکدامن عورتیں اور اہل کتاب کی پاکدامن عورتیں۔"

علامہ سعیدیؒ نے تبیان القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں کئی اہم نکات بیان کیے ہیں:

- پہلا نکتہ یہ ہے کہ اس آیت میں خدائے برتر نے نکاح میں صرف ایک جانب سے حلت بیان کی ہے یعنی مسلمان مرد اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں لیکن مسلمان عورتیں اہلِ کتاب مردوں سے نکاح نہیں کر سکتیں۔ اس فرق کی وجہ علامہ سعیدیؒ نے یہ بیان کی ہے کہ شوہر گھر میں حاکم ہوتا ہے اور اگر کافر مرد مسلمان عورت پر حاکم ہو تو یہ اس آیت کے خلاف ہوگا: " اللہ کافروں کے لیے مسلمانوں کو مغلوب کرنے کا کوئی راستہ نہیں بنائے گا۔"[21]

---

[18] النساء:۲۳

[19] سعیدی، تبیان القرآن، ۲: ۶۲۱

[20] المائدہ:۵

[21] النساء:۱۴۱

- دوسرا نکتہ یہ ہے کہ مسلمان مذکر صنف کا اہلِ کتاب خواتین سے نکاح کیوں جائز ہے؟ علامہ سعیدیؒ نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ اسلام اور اہلِ کتاب کے دین میں بنیادی امور مشترک ہیں۔ اللہ، فرشتے، آسمانی کتابیں، انبیاء علیہم السلام، آخرت، جزاو سزا اور جنت و دوزخ یہ سب مانتے ہیں۔ اس کے علاوہ محرم رشتوں کا تصور بھی دونوں میں مشترک ہے۔ علامہ سعیدیؒ نے اس کی دلیل میں بائبل کے احبار باب ۱۸ سے وہ عبارت نقل کی ہے جس میں قریبی رشتہ داروں سے نکاح کی ممانعت کا ذکر ہے۔
- تیسرا نکتہ یہ ہے کہ اس آیت میں مہر کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے تاکہ اس کا واجب اور مؤکد ہونا ظاہر ہو۔ لیکن سعیدیؒ نے یہ بھی واضح کیا کہ مہر نکاح کے حلال ہونے کی شرط نہیں بلکہ یہ عورت کا ایک لازمی حق ہے جو شوہر پر واجب ہے۔
- چوتھا نکتہ یہ ہے کہ اس آیت میں آزاد عورتوں کا ذکر اس لیے ہے کہ مسلمان باندیوں سے نکاح کی بنسبت آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنا افضل اور راجح ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان باندیوں سے نکاح جائز نہیں۔[22]

علامہ سعیدیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں بڑی جامع بحث کی ہے۔ انہوں نے نہ صرف مہر کی اہمیت واضح کی بلکہ اہلِ کتاب سے نکاح کے جواز کی حکمت بھی بیان کی اور یہ بھی واضح کیا کہ نکاح کا مقصد اپنے آپ کو بدکاری سے بچانا ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی وعید کا ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ ان احکام کو ہلکا نہ سمجھا جائے۔ عصرِ حاضر میں جب مہر کو ایک رسم سمجھ کر نظر انداز کیا جاتا ہے تو علامہ سعیدیؒ کی یہ تفسیر اس غفلت کو دور کرنے میں مددگار ہے۔

زانی اور زانیہ سے نکاح کی بحث:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ٱلزَّانِي لَا يَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَٱلزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَآ إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ[23]

[22] سعیدی، تبیان القرآن، ۳: ۹۱۔۹۲

"زانی نکاح نکاح نہیں کرتا مگر زانیہ کے ساتھ یا مشرکہ کے ساتھ، اور زانیہ نکاح نہیں کرتی مگر زانی یا مشرک کے ساتھ، اور یہ بات مومنین کے لیے حرام قرار دے دی گئی۔"

علامہ غلام رسول سعیدیؒ کے نزدیک اس آیت کا مقصد اہلِ ایمان کو بدکاری اور بے حیائی کے ماحول سے دور رکھنا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص زنا میں مشہور ہو اور توبہ نہ کرے اس سے نکاح کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی کیونکہ نکاح پاکیزہ اور صالح معاشرے کی بنیاد ہے۔ البتہ اگر زانی یا زانیہ سچی توبہ کر لے تو اس کے لیے نکاح کی ممانعت باقی نہیں رہتی۔ [24]

4 پیغام نکاح (خِطبہ)

نکاح سے پہلے پیغام دینا اسلامی روایت کا ایک اہم حصہ ہے۔ لیکن اس پیغام میں بھی کچھ آداب اور حدود ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اسلام نے نہ صرف نکاح کے احکام دیے بلکہ اس سے پہلے کے مرحلے یعنی پیغامِ نکاح کے بارے میں بھی واضح راہنمائی فراہم کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِۦ مِنْ خِطْبَةِ ٱلنِّسَآءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِىٓ أَنفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ ٱللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّآ أَن تَقُولُوا۟ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا۟ عُقْدَةَ ٱلنِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ ٱلْكِتَٰبُ أَجَلَهُۥ ۚ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ فَٱحْذَرُوهُ ۚ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ [25]

"اور (عدت کے دوران) اگر تم ان عورتوں کو اشارے کنائے میں نکاح کا پیغام دو یا (ان سے نکاح کا ارادہ) دل میں چھپائے رکھو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، اللہ جانتا ہے کہ تم ان (سے نکاح) کا خیال تو دل میں لاؤ گے، لیکن ان سے نکاح کا دوطرفہ وعدہ مت کرنا، الا یہ کہ مناسب طریقے سے کوئی بات کہہ دو اور نکاح کا عقد پکا کرنے کا اس وقت تک

---

[23] النور: ۳

[24] تبیان القرآن، ۸: ۲۴-۲۵

[25] سورۃ البقرہ: ۲۳۵

ارادہ بھی مت کرنا جب تک عدت کی مقررہ مدت اپنی میعاد کو نہ پہنچ جائے، اور یاد رکھو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے، لہذا اس سے ڈرتے رہو، اور یاد رکھو کہ اللہ بہت بخشنے والا بڑا بردبار ہے۔"

علامہ سعیدیؒ نے تبیان القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں ایک نہایت اہم اور دلچسپ علمی بحث چھیڑی ہے جو پیغام نکاح سے آگے جا کر دل کے ارادوں اور عزم کے درمیان فرق تک پہنچتی ہے۔

عدت میں نکاح کا پیغام دینا:

علامہ سعیدیؒ نے واضح کیا کہ اس آیت میں عدت گزارنے والی عورت سے دورانِ عدت نکاح کا پختہ ارادہ کرنا حرام ہے۔ یہاں انہوں نے ایک بہت اہم اصول بیان کیا کہ نہ صرف حرام کام کرنا گناہِ کبیرہ ہے بلکہ حرام کام کا پختہ عزم کرنا بھی گناہِ کبیرہ ہے۔ یعنی دل کے افعال پر بھی مواخذہ ہوتا ہے۔ [26]علامہ سعیدیؒ نے "ھم" اور "عزم" کے درمیان ایک لطیف اور دقیق فرق بیان کیا ہے جو عام طور پر لوگوں کے ذہن میں نہیں ہوتا۔ انہوں نے بتایا کہ دل میں کسی کام کا خیال آنے سے لے کر پختہ ارادے تک چار مراحل ہیں۔

- پہلا ہاجس یعنی اچانک خیال آنا
- دوسرا خاطر یعنی بار بار خیال آنا
- تیسرا حدیثِ نفس یعنی منصوبہ بنانا
- چوتھا ھم یعنی ۹۹ فیصد کرنا چاہنا۔

جب یہ آخری ایک فیصد بھی ختم ہو جائے اور سو فیصد پختہ ارادہ ہو جائے تو یہ عزم ہے۔ علامہ سعیدی نے اس فرق کی عملی مثال بھی دی۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص دشمن کو قتل کرنے کا خیال دل میں لائے یہ ہاجس ہے، بار بار سوچے یہ خاطر ہے، منصوبہ بنائے یہ حدیثِ نفس ہے، ۹۹ فیصد پکا ارادہ کر لے یہ ھم ہے اور سو فیصد پختہ ارادہ کر لے یہ عزم ہے۔ ہم پر مواخذہ نہیں لیکن عزم پر ضرور ہوتا ہے۔ [27]

علامہ سعیدیؒ نے اس بحث میں صحیح بخاری کی یہ حدیث بھی نقل کی:

---

[26] سعیدی، تبیان القرآن، ا: ۸۴۸

[27] ایضاً، ۸۴۹

إِذَا التَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ[28]

"جب دو مسلمان تلوار لے کر آمنے سامنے آتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔"

نیز علامہ سعیدیؒ نے صحیح مسلم کی وہ حدیث بھی نقل کی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِذَا هَمَّ عَبْدِي بِسَيِّئَةٍ فَلَا تَكْتُبُوهَا[29]

"جب میرا بندہ کسی برائی کا "ھم" کرے تو اسے نہ لکھو لیکن جب وہ نیکی کا ہم کرے تو ایک نیکی لکھ دو۔"

یہ اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل اور احسان ہے کہ اس نے اپنی امت کو پچھلی امتوں سے یہ رعایت دی کہ برائی کے "ھم" پر مؤاخذہ نہیں۔ علامہ سعیدیؒ نے پیغامِ نکاح کی آیت کی تفسیر میں جو علمی بحث چھیڑی ہے وہ نہایت گہری اور فکر انگیز ہے۔ انہوں نے نکاح کے ایک عملی مسئلے سے نکل کر دل کے احوال کا ایک مکمل نقشہ کھینچ دیا ہے۔ یہ بحث عصرِ حاضر میں اس لیے بھی اہم ہے کہ آج لوگ اپنے دل کے ارادوں کو بے ضرر سمجھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جب تک عمل نہ ہو گناہ نہیں۔ علامہ سعیدیؒ نے اس غلط فہمی کو بڑی وضاحت سے دور کیا ہے۔

مہر کے مسائل:

وجوب مہر اور تاکید اداء مہر:

مہر کا لفظ سنتے ہی ذہن میں ایک تصویر ابھرتی ہے کہ شادی کے وقت کچھ رقم طے کی جاتی ہے اور پھر اکثر فراموش کر دی جاتی ہے۔ لیکن اسلام میں مہر کا مقام اس سے کہیں بلند ہے۔ یہ عورت کا ایک قانونی حق ہے، شوہر کی طرف سے اس کے احترام کا اظہار ہے اور اسلام کی اس منفرد خصوصیت کی علامت ہے جو عورت کو مالی تحفظ فراہم کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا[30]

---

[28] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح المختصر، کتاب الفتن، (بیروت: مکتبہ دار ابنِ کثیر، ۱۹۸۷ء)، حدیث: ۷۰۸۳

[29] نیشاپوری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۳۷۴ھ)، حدیث: ۱۲۹

[30] النساء: ۴

"اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دو۔ پھر اگر وہ اس میں سے کوئی چیز اپنی نفس کی خوشی کے ساتھ واپس کر دیں تو تم اسے کھا سکتے ہو لذت اور خوشی کے ساتھ۔"

علامہ سعیدیؒ نے تبیان القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں مہر کے بارے میں ایک جامع اور مفصل بحث کی ہے۔ علامہ سعیدیؒ نے لفظ "نحلة " کے تین معنی بیان کیے ہیں: پہلا معنی شریعت اور فرض یعنی مہر ادا کرنا اللہ کا حکم ہے۔ دوسرا معنی ہبہ اور عطیہ یعنی یہ اللہ کی طرف سے عورت کو ایک تحفہ ہے۔ تیسرا معنی خوشی سے کرنا یعنی مہر ادا کرنے میں دل تنگ نہ ہو۔ [31]

مہر اسلام کی خصوصیت:

علامہ سعیدیؒ نے ایک اہم بات یہ بیان کی کہ مہر کو نکاح کے ساتھ لازم کرنا صرف اسلام کی خصوصیت ہے۔ دنیا کے کسی اور مذہب میں یہ نظام موجود نہیں۔ مہر کی حکمت یہ ہے کہ اگر شوہر طلاق دے دے تو عورت کے پاس دوسری جگہ نکاح ہونے تک کچھ رقم موجود ہو جس سے وہ اپنی کفالت کر سکے۔ علامہ سعیدیؒ نے صحیح بخاری کی وہ روایت نقل کی ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں یتیم لڑکیوں کے سرپرست ان کے مال اور حسن کی وجہ سے ان سے نکاح کرنا چاہتے تھے لیکن ان کا پورا مہر ادا نہیں کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ یتیم لڑکی سے نکاح صرف اسی صورت جائز ہے جب اس کا پورا مہر ادا کیا جائے۔ [32]

نبی کریم ﷺ کی ازواج اور صاحبزادیوں کا مہر:

علامہ سعیدیؒ نے اس بحث میں نبی کریم ﷺ کا عملی نمونہ بھی پیش کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج کا مہر پانچ سو درہم یعنی بارہ اوقیہ اور نش ہوتا تھا [33]۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی لوگوں کو مہر میں غلو کرنے سے روکتے ہوئے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی اپنی کسی زوجہ یا صاحبزادی کا بارہ اوقیہ

---

[31] سعیدی، تبیان القرآن، ۲: ۵۶۷

[32] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح المختصر، حدیث: ۲۷۶۳

[33] نیشاپوری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، حدیث: ۱۴۲۶

سے زیادہ مہر مقرر نہیں کیا۔ [34]۔علامہ سعیدیؒ نے یہ بھی بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی لوہے کی زرہ کے عوض کیا جس کی قیمت چار سو سے کچھ زیادہ درہم تھی۔ [35]

مہر کی مقدار:

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيٓ أَزْوٰجِهِمْ۔۔۔[50]

''ہمیں معلوم ہے ہم نے جو ان پر فرض کیا ان کی بیویوں کے بارے میں۔''

علامہ سعیدیؒ نے مہر کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف بیان کیا ہے۔

شوافع اور حنابلہ کا مذہب: امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک مہر کی کوئی کم از کم مقدار مقرر نہیں۔ ہر وہ چیز جو مال بننے کی صلاحیت رکھتی ہو مہر ہو سکتی ہے۔ دلیل میں وہ حدیث پیش کی جس میں نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو لوہے کی انگوٹھی تلاش کرنے کا حکم دیا۔ [36]

حنفیہ اور مالکیہ کا مذہب: امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار مقرر ہے اور وہ وہی مقدار ہے جس پر چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔

مہر کے ثبوت میں علامہ سعیدی نے قرآنِ کریم کی تین آیات بطور دلیل پیش کیں:

- فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً [37]

''تم جن عورتیں سے استمتاع کرو تو ان کا مہر فرض سمجھ کر ادا کرو۔''

- وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً [38]

''اور تم عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو۔''

- قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ [39]

---

[34] الترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، (بیروت: دار الفکر، ط ۱۹۸۰ء)، حدیث: ۱۱۱۷

[35] سعیدی،، تبیان القرآن، ۲: ۵۶۹

[36] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح المختصر، حدیث: ۵۱۵۵

[37] النساء: ۲۴

[38] النساء، ۴

"ہمیں معلوم ہے ہم نے جو ان پر فرض کیا ان کی بیویوں کے بارے میں۔"

علامہ سعیدیؒ نے مہر کے موضوع پر نہایت جامع اور مدلل بحث کی ہے۔ انہوں نے قرآنی آیات، احادیث اور فقہاء کی آراء کو یکجا کر کے مہر کی ایک مکمل تصویر پیش کی ہے۔ خاص طور پر یہ نکتہ کہ مہر صرف اسلام کی خصوصیت ہے اور دنیا کے کسی مذہب میں اس کی کوئی نظیر نہیں۔ یہ اسلام کی عظمت اور عورت کے حقوق کے تحفظ میں اسلام کی منفرد حیثیت کو واضح کرتا ہے۔ عصرِ حاضر میں جب مہر کو ایک رسم بنا دیا گیا ہے اور اس کی ادائیگی سے گریز کیا جاتا ہے تو علامہ سعیدیؒ کی یہ تفسیر ایک واضح یاد دہانی ہے کہ مہر محض ایک رسم نہیں بلکہ یہ عورت کا شرعی حق ہے جس کی ادائیگی واجب ہے۔ اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: وَّاٰتُوھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ [40]"۔ اور انہیں ان کے مہر دستور کے مطابق ادا کرو۔ "سعیدیؒ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ مہر خاتون کا شرعی اور مالی حق ہے جس کی ادائیگی شوہر پر لازم ہے۔ "بِالْمَعْرُوْفِ" سے مراد یہ ہے کہ مہر انصاف، عرف اور باہمی رضامندی کے مطابق مقرر اور ادا کیا جائے تاکہ عورت کے حق کا مکمل تحفظ ہو اور نکاح احترام و ذمہ داری کی بنیاد پر قائم رہے۔ اسی طرح اس مسئلہ میں مزید ارشاد فرمایا:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوٰلِكُمْ۔۔۔۔اِنَّ اللّٰہَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا [41]

"اس کے علاوہ عورتیں تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں کہ تم انہیں چاہو اپنے اموال کے ساتھ۔"

علامہ غلام رسول سعیدیؒ کے مطابق اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مہر نکاح کا ایک واجب مالی حق ہے جس کی ادائیگی شوہر پر لازم ہے۔ مزید یہ کہ مہر کی مقدار یا اس کی ادائیگی کے بعض معاملات میں بعد از نکاح باہمی رضامندی سے تبدیلی کی جاسکتی ہے بشرطیکہ اس میں عورت کی رضا شامل ہو اور اس کے حق میں کوئی ناانصافی نہ ہو۔ سعیدیؒ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ مہر عورت کا لازمی حق ہے اور اس کی ادائیگی نکاح کی سنجیدگی اور

---

[39] الاحزاب:۵۰

[40] النساء:۲۵

[41] النساء:۲۴

قانونی حیثیت کو ظاہر کرتی ہے۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کا مقصد پاکدامنی اور خاندانی استحکام ہے اس لیے مہر کی ادائیگی کے ساتھ نکاح کو صحیح اور باعزت طریقے سے قائم کرنا ضروری ہے۔

رضاع کے مسائل:

ماں کا دودھ صرف غذا نہیں بلکہ یہ محبت، تعلق اور رشتے کی ابتداء ہے۔ اسلام نے رضاعت کے معاملے کو جس توجہ اور تفصیل سے بیان کیا ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ بچے کی نشوونما اور خاندانی رشتوں کی تشکیل میں رضاعت کا کتنا اہم کردار ہے۔

مدت رضاعت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَٱلْوَٰلِدَٰتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَٰدَهُنَّ ۔۔۔۔ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ[42]

"اور مائیں اپنی اولاد کو دو مکمل سال دودھ پلائیں گی اس شخص کے لیے جو مدت رضاعت پوری کرنا چاہتا ہو۔"

علامہ سعیدیؒ نے تبیان القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں رضاعت سے متعلق بہت اہم مسائل بیان کیے ہیں: علامہ سعیدیؒ نے بتایا کہ یہ آیت اس لیے نازل ہوئی کیونکہ بعض اوقات میاں بیوی کے جھگڑوں میں بچے پس جاتے ہیں۔ ماں، باپ سے انتقام لینے کے لیے دودھ پلانا بند کر دیتی ہے اور باپ مالی تنگی ڈال کر ماں کو تکلیف دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دونوں کو سختی سے منع فرمایا کہ بچوں کو ہرگز اپنی لڑائی کا شکار نہ بنایا جائے۔ علامہ سعیدیؒ نے اس مسئلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔

- جمہور فقہاء یعنی امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے اور یہی رائے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابنِ عباس سمیت اکثر صحابہ کرامؓ کی ہے۔
- امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دودھ پلانے کی مدت تیس ماہ یعنی اڑھائی سال ہے۔

ان کی دلیل یہ آیت ہے:

وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا[43]

[42] البقرہ: ۲۳۳

"بچے کا حمل کے طور پر رہنا اور دودھ چھڑانے کی عمر کو پہنچنا تیس ماہ میں ہوتا ہے۔"

امام ابو حنیفہؒ کی توجیہ یہ ہے کہ دو سال بچے کو دودھ پلانے کے بعد اسے فوری طور پر دودھ چھڑانا مشکل ہے۔ اس لیے بقیہ چھ ماہ میں اسے بتدریج غذا کا عادی بنایا جائے اور اڑھائی سال بعد مکمل دودھ چھڑا دیا جائے۔

- امام زفرؒ کے نزدیک دودھ پلانے کی مدت تین سال ہے کیونکہ دو سال کے بعد بچے کو ایک سال میں آہستہ آہستہ غذا کا عادی بنایا جائے اور پھر دودھ چھڑایا جائے۔

علامہ سعیدیؒ نے بتایا کہ دونوں یعنی امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کا قول مفتٰی بہ ہے۔

دودھ پلانے والی کے اخراجات:

علامہ سعیدیؒ نے اس آیت سے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا کہ دودھ پلانے والی کے کھانے اور کپڑے کا خرچ باپ کے ذمے ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک بچے کی ماں دودھ پلانے کی اجرت بھی مانگ سکتی ہے خواہ نکاح میں ہو یا عدت میں ہو۔

وارث کی ذمہ داری:

علامہ سعیدیؒ نے اس آیت سے ایک اہم مسئلہ بھی اخذ کیا کہ اگر باپ فوت ہو جائے تو باپ کے وارث پر بھی یہی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک یہ آیت تمام محارم کے نفقے کے وجوب کی دلیل ہے یعنی ہر ذو رحم محرم پر اخراجات لازم ہے جیسے ماموں اور پھوپھی پر۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک صرف والدین پر خرچ واجب ہے [44]۔علامہ سعیدیؒ نے رضاعت کے موضوع پر نہایت جامع اور مدلل بحث کی ہے۔ انہوں نے قرآنی آیات، احادیث اور فقہاء کی آراء کو یکجا کر کے رضاعت کی ایک مکمل تصویر پیش کی ہے۔ خاص طور پر یہ نکتہ کہ میاں بیوی کے اختلافات میں بچوں کو ہر گز ذریعہ نہ بنایا جائے، آج کے دور میں بہت اہم ہے جب طلاق کے مقدمات میں بچوں کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ علامہ سعیدیؒ کی یہ تفسیر واضح کرتی ہے کہ اسلام نے بچوں کے حقوق کو والدین کی لڑائی سے بالاتر رکھا ہے۔

---

[43] الاحقاف:۱۵

[44] سعیدی، تبیان القرآن، ا: ۸۴۴۔۸۴۵

6.2 دودھ پلانا واجب ہے یا نہیں:

اس سلسلے میں سعیدیؒ نے فقہاء کا اختلاف بیان کیا ہے۔

- مالکؒ کے نزدیک ماں پر دودھ پلانا واجب ہے چاہے وہ بیوی ہو یا مطلقہ۔
- اکثر فقہاء کے نزدیک ماں پر دودھ پلانا اس وقت واجب ہوتا ہے جب بچہ کسی اور عورت کا دودھ نہ پیتا ہو۔

حرمت رضاعت:

اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَٰتُكُمْ ۔۔۔ وَأَخَوَٰتُكُم مِّنَ ٱلرَّضَٰعَةِ [45]

"تم پر حرام کر دی گئی ہیں تمہاری مائیں، بہنیں س، پھوپھیاں، خالائیں، تمہاری بھتیجیاں، بھانجیاں، اور وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور دودھ شریک بہنیں۔"

سعیدیؒ کے مطابق اس آیت میں قرآنِ مجید نے واضح کیا ہے کہ رضاعت بعض رشتوں میں وہی حرمت پیدا کر دیتی ہے جو نسب سے پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ جس عورت نے بچے کو شرعی طور پر دودھ پلایا ہو وہ اس کی رضاعی ماں اور اس کی اولاد رضاعی بہن بھائی شمار ہوں گے اور ان سے نکاح جائز نہیں ہو گا۔ اس حکم کا مقصد خاندانی رشتوں کے احترام اور معاشرتی پاکیزگی کو برقرار رکھنا ہے۔ [46]

مطلقہ ماں سے ارضاع کا حکم:

اس کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَـَٔاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَأْتَمِرُوا۟ بَيْنَكُم بِمَعْرُوفٍ ۖ وَإِن تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُۥٓ أُخْرَىٰ [47]

---

[45] النساء: ۲۳

[46] سعیدی، تبیان القرآن، ۲: ۶۲۲

[47] الطلاق: ۶

"ان عورتوں کو اپنی حیثیت کے مطابق اسی جگہ رہائش مہیا کرو جہاں تم رہتے ہو اور انہیں تنگ کرنے کے لیے انہیں ستاؤ نہیں، اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان کو اس وقت تک نفقہ دیتے رہو جب تک وہ اپنے پیٹ کا بچہ جن لیں۔ پھر اگر وہ تمہارے لیے بچے کو دودھ پلائیں تو انہیں ان کی اجرت ادا کرو، اور (اجرت مقرر کرنے کے لیے) آپس میں بھلے طریقے سے بات طے کر لیا کرو، اور اگر تم ایک دوسرے کے لیے مشکل پیدا کروگے تو اسے کوئی اور عورت دودھ پلائے گی۔"

سعیدیؒ اس آیت کی شرح بین میں بیان کرتے ہیں کہ طلاق کے بعد اگر ماں بچے کو دودھ پلانے پر آمادہ ہو تو باپ پر اس کی مناسب اجرت ادا کرنا لازم ہے۔ قرآن نے اس معاملے میں باہمی مشاورت، حسنِ سلوک اور انصاف کی تعلیم دی ہے تاکہ بچے کے مفاد کو نقصان نہ پہنچے۔ اگر والدین اجرت یا دیگر معاملات میں اتفاق نہ کر سکیں تو شریعت نے متبادل صورت بھی بیان کر دی ہے کہ کسی دوسری عورت سے بچے کو دودھ پلوا لیا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام رضاعت کے معاملات میں والدین کے حقوق کے ساتھ ساتھ بچے کی فلاح و بہبود کو بھی بنیادی اہمیت دیتا ہے۔[48]

نکاح متعہ و موقت کے مسائل:

اللہ تعالیٰ نے اس کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

وَٱلْمُحْصَنَٰتُ مِنَ ٱلنِّسَآءِ۔۔۔۔ عَلِيمًا حَكِيمًا[49]

"نیز وہ عورتیں (تم پر حرام ہیں) جو دوسرے شوہروں کے نکاح میں ہوں، البتہ جو کنیزیں تمہاری ملکیت میں آجائیں (وہ مستثنیٰ ہیں) اللہ نے یہ احکام تم پر فرض کر دیئے ہیں۔ ان عورتوں کو چھوڑ کر تمام عورتوں کے بارے میں یہ حلال کر دیا گیا ہے کہ تم اپنا مال (بطور مہر) خرچ کر کے انہیں (اپنے نکاح میں لانا) چاہو، بشرطیکہ تم ان سے باقاعدہ نکاح کا رشتہ قائم کر کے عفت حاصل کرو، صرف شہوت نکالنا مقصود نہ ہو۔ چنانچہ جن عورتوں سے (نکاح کر کے) تم نے لطف اٹھایا ہو، ان کو ان کا وہ مہر ادا کرو جو مقرر کیا گیا ہو۔ البتہ مہر مقرر کرنے کے بعد بھی جس (کمی

---

[48] سعیدی، تبیان القرآن، ۱۲: ۶۸

[49] النساء: ۲۴

بیشی) پر تم آپس میں راضی ہو جاؤ، اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ یقین رکھو کہ اللہ ہر بات کا علم بھی رکھتا ہے، حکمت کا بھی مالک ہے۔"

یہ آیت فقہاء کے درمیان " نکاحِ متعہ " کے مسئلے سے متعلق بحث میں بھی زیرِ استدلال آتی ہے جہاں بعض ابتدائی ادوار میں وقتی نکاح کی اجازت و منسوخی کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ جمہور مفسرین کے نزدیک یہ حکم عمومی نکاح اور مہر کی ادائیگی کے اصول کو واضح کرتا ہے نہ کہ مستقل طور پر وقتی نکاح کو جاری رکھنے کی دلیل۔ علامہ غلام رسول سعیدیؒ کے مطابق اس آیت میں اصل زور نکاح کے پاکیزہ، باقاعدہ اور ذمہ دارانہ نظام پر ہے جس میں مہر عورت کا لازمی حق قرار دیا گیا ہے۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ " استمتاع " سے مراد نکاح کے بعد شرعی ازدواجی تعلق ہے نہ کہ آزاد یا وقتی تعلق۔ اسی لیے مہر کی ادائیگی کو فرض قرار دے کر نکاح کو سنجیدہ اور مستقل معاہدہ بنایا گیا ہے جس میں کسی قسم کی بے قاعدگی یا شہوت پرستی کی گنجائش نہیں۔ اسی طرح سے سورۃ المؤمنون اور سورۃ المعارج میں اس حوالے سے فرمایا گیا: والذین هم لفروجهم حٰفظون[50] (ترجمہ: اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں)۔ یہ آیت عام طور پر ایمان والوں کی صفت کے طور پر آئی ہے کہ وہ اپنی جنسی خواہشات کو حلال اور پاکیزہ دائرے میں رکھتے ہیں۔ نکاحِ متعہ یا موقت کے مباحث میں بعض لوگ اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ قرآن نے جنسی پاکدامنی کو اصل اصول بنایا ہے یعنی صرف جائز ازدواجی تعلق ہی اس کی حفاظت کا درست راستہ ہے۔ علامہ غلام رسول سعیدیؒ کے نزدیک اس آیت میں مؤمنین کی بنیادی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں یعنی ہر قسم کے ناجائز اور غیر شرعی تعلق سے بچتے ہیں۔ ان کے مطابق یہ حفاظت صرف نکاحِ شرعی کے ذریعے ممکن ہے کیونکہ اسلام میں جنسی تسکین کا واحد جائز راستہ نکاح ہے نہ کہ وقتی یا غیر مستقل تعلق۔ اسی لیے یہ آیت مؤمن کے کردار کو پاکیزگی، ضبطِ نفس اور شرعی حدود کی پابندی کے ساتھ جوڑتی ہے۔

---

[50] المؤمنون:۵

نفقہ کا بیان:

اس کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وَعَلَى ٱلْمَوْلُودِ لَهُۥ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ [51]

"اور باپ پر لازم ہے ان کا رزق اور ان کے کپڑے قاعدے کے مطابق۔"

یہ آیت اسلام میں نفقہ کے بنیادی اصول کو واضح کرتی ہے کہ بچے کے اخراجات اور دودھ پلانے والی ماں کی ضروریات کی ذمہ داری باپ پر ہے۔ اس میں صرف مالی ذمہ داری نہیں بلکہ اخلاقی ذمہ داری بھی شامل ہے کہ عورت کے ساتھ حسنِ سلوک اور انصاف کیا جائے۔ رسول سعیدیؒ اس آیت کی شرح میں بیان کرتے ہیں کہ بچے کی پرورش کے تمام مالی اخراجات خاص طور پر دودھ پلانے والی ماں کا رزق اور لباس باپ کے ذمہ ہیں۔" بالمعروف "سے مراد یہ ہے کہ یہ تمام ادائیگیاں معاشرتی انصاف اور مناسب معیار کے مطابق ہوں نہ کہ بخل یا زیادتی کے ساتھ۔ ان کے مطابق یہ آیت خاندانی نظام میں توازن قائم کرتی ہے جہاں عورت اور بچے دونوں کے حقوق کی مکمل حفاظت کی گئی ہے۔ [52]

حلالہ کے مسائل :

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُۥ مِنۢ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُۥ ۗ فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ أَن يَتَرَاجَعَآ إِن ظَنَّآ أَن يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ [53]

"پھر اگر شوہر (تیسری) طلاق دیدے تو وہ (مطلقہ عورت) اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہو گی جب تک وہ کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرے، ہاں اگر وہ (دوسرا شوہر بھی) اسے طلاق دیدے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ

---

[51] البقرہ:۲۳۳

[52] سعیدی، تبیان القرآن، ۱: ۸۴۴

[53] البقرہ:۲۳۰

وہ ایک دوسرے کے پاس (نیا نکاح کر کے) دوبارہ واپس آجائیں، بشرطیکہ انہیں یہ غالب گمان ہو کہ اب وہ اللہ کی حدود قائم رکھیں گے، اور یہ سب اللہ کی حدود ہیں جو وہ ان لوگوں کے لیے واضح کر رہا ہے جو سمجھ رکھتے ہوں۔"

یہ آیت طلاق کے بعد رجوع کے نظام کو واضح کرتی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو وہ عورت اس کے لیے دوبارہ اس وقت تک حلال نہیں ہوتی جب تک وہ کسی دوسرے مرد سے باقاعدہ نکاحِ صحیح نہ کرے۔ اس کا مقصد طلاق کے معاملے کو سنجیدہ بنانا اور اسے کھیل تماشا بننے سے روکنا ہے نہ کہ مصنوعی "حلالہ" کو رواج دینا۔ علامہ غلام رسول سعیدیؒ اس آیت کی تفسیر میں واضح کرتے ہیں کہ یہاں ذکر کردہ نکاح کسی شرطی یا وقتی "حلالہ" کے لیے نہیں بلکہ حقیقی اور مستقل نکاح کے لیے ہے۔ اگر دوسرا شوہر اپنی مرضی سے طلاق دے تو پہلا شوہر اور سابقہ بیوی دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں بشرطیکہ دونوں حدودِ الٰہی کی پاسداری کا ارادہ رکھتے ہوں۔ ان کے مطابق اس حکم کا مقصد نکاح اور طلاق کو سنجیدہ بنانا اور خاندانی نظام کو جذباتی فیصلوں سے محفوظ رکھنا ہے۔[54]

تعددِ ازواج کے مسائل:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا ۔۔۔ أَلَّا تَعُولُوا [55]

"اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف سے کام نہیں لے سکو گے تو (ان سے نکاح کرنے کے بجائے) دوسری عورتوں میں سے کسی سے نکاح کر لو جو تمہیں پسند آئیں دو دو سے، تین تین سے، اور چار چار سے، ہاں! اگر تمہیں یہ خطرہ ہو کہ تم (ان بیویوں) کے درمیان انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو، یا ان کنیزوں پر جو تمہاری ملکیت میں ہیں۔ اس طریقے میں اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ تم بے انصافی میں مبتلا نہیں ہو گے۔"

یہ آیت تعددِ ازواج کے مسئلے کو اصولی طور پر بیان کرتی ہے۔ اس میں اصل شرط انصاف اور عدل کو قرار دیا گیا ہے۔ اسلام نے تعدد کو کھلی چھوٹ نہیں دی بلکہ اسے اخلاقی اور معاشرتی ذمہ داری کے سخت دائرے میں محدود کیا ہے اور اگر عدل کا خوف ہو تو ایک ہی نکاح کو بہتر قرار دیا گیا ہے۔ علامہ غلام رسول سعیدیؒ کے مطابق اس

---

[54] سعیدی، تبیان القرآن، ۱: ۸۲۸

[55] النساء: ۳

آیت میں تعددِ ازواج کی اجازت مشروط ہے نہ کہ مطلق۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ اسلام نے یتیموں اور کمزور طبقات کے حقوق کے تحفظ کے ساتھ ساتھ معاشرتی ضرورت کے تحت ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی مگر شرط یہ ہے کہ تمام بیویوں کے درمیان مکمل عدل قائم رکھا جائے۔ اگر عدل کا اندیشہ ہو تو ایک ہی نکاح کو لازم قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اصل مقصد انصاف اور ذمہ داری ہے نہ کہ خواہشات کی پیروی۔[56]

اسی طرح فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

:يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَحْلَلْنَا ۔۔۔۔غَفُورًا رَّحِيمًا[57]

"اے نبی! ہم نے تمہارے لیے وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جن کو تم نے ان کا مہر ادا کر دیا ہے۔ نیز اللہ نے غنیمت کا جو مال تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے جو کنیزیں تمہاری ملکیت میں آ چکی ہیں وہ بھی (تمہارے لیے حلال ہیں) اور تمہاری وہ چچا کی بیٹیاں اور پھوپی کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں بھی جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی ہے۔ نیز کوئی مسلمان عورت جس نے مہر کے بغیر نبی کو اپنے آپ (سے نکاح کرنے) کی پیش کش کی ہو، بشرطیکہ نبی اس سے نکاح کرنا چاہے۔ یہ سارے احکام خاص تمہارے لیے ہیں، دوسرے مومنوں کے لیے نہیں۔ ہمیں وہ احکام خوب معلوم ہیں جو ہم نے ان کی بیویوں اور کنیزوں کے بارے میں ان پر عائد کیے ہیں۔ (اور تمہیں ان سے مستثنیٰ کیا ہے) تاکہ تم پر کوئی تنگی نہ رہے اور اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔"

یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے بعض خصوصی احکام کو بیان کرتی ہے جو عام مسلمانوں کے احکام سے مختلف تھے۔ تعددِ ازواج کے باب میں نبی کریم ﷺ کو بعض ایسی خصوصیات عطا کی گئیں جو امت کے دیگر افراد کو حاصل نہیں تھیں۔ اس لیے اس آیت کو عام مسلمانوں کے لیے تعددِ ازواج کی دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جاتا۔ مسٹر سعیدیؒ کے مطابق اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کے لیے مخصوص نکاحی احکام اور رعایتیں بیان کی گئی ہیں۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے متعدد نکاح ذاتی خواہش کی بنیاد پر نہیں بلکہ دینی، تعلیمی، سماجی اور سیاسی مصالح کے تحت تھے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض نکاحی احکام آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھے جبکہ عام

[56] سعیدی، تبیان القرآن، ۲: ۵۴۸

[57] الاحزاب: ۵۰

مسلمانوں کے لیے نکاح اور تعددِ ازواج کے احکام وہی ہیں جو شریعت نے عمومی طور پر مقرر کیے ہیں۔ اس طرح آیت نبی کریم ﷺ کی خصوصی حیثیت اور آپ کے نکاحوں کی حکمت کو اجاگر کرتی ہے[58]۔

نتائج بحث:(Key Findings)

- نکاح کا لغوی و اصطلاحی مفہوم: علامہ سعیدی نے نکاح کو محض ایک قانونی یا جسمانی معاہدہ نہیں بلکہ ایک مقدس سماجی اور جذباتی بندھن قرار دیا ہے، جو فریقین کے مابین حقوق و فرائض کا ایک محکم شرعی ڈھانچہ تشکیل دیتا ہے۔
- شرائطِ نکاح اور بین المذاہب شادیاں: علامہ سعیدی نے غیر مسلموں سے نکاح کی ممانعت کی نفسیاتی اور معاشرتی حکمتیں بیان کی ہیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ مسلم مرد کا اہلِ کتاب (یہودی/عیسائی) عورت سے نکاح جائز ہے (اگرچہ دارالکفر میں مکروہِ تحریمی ہے)، لیکن مسلم عورت کا نکاح کسی بھی غیر مسلم مرد سے قطعی حرام ہے، کیونکہ مرد کا حاکمانہ کردار عورت کے دین اور بچوں کی تربیت کو متاثر کر سکتا ہے۔
- عورت کی رضامندی اور جبری شادی کی ممانعت: علامہ سعیدی نے جاہلی نظامِ ظلم کا تفصیلی نقشہ کھینچتے ہوئے ثابت کیا کہ اسلام میں عورت کی صریح رضامندی نکاح کی لازمی شرط ہے۔ انہوں نے قرآنی احکامات کی روشنی میں جبری شادیوں کو صریحاً قرآنی حکم کی خلاف ورزی اور ظلم قرار دیا ہے۔
- پیغامِ نکاح (خطبہ) اور دل کے افعال پر مواخذہ: عدت کے دوران نکاح کا عزم کرنے کی ممانعت کے ذیل میں، علامہ سعیدی نے دل کے احوال کے پانچ مراحل) ہاجس، خاطر، حدیثِ نفس، ہم، اور عزم (کے درمیان ایک لطیف اور دقیق علمی فرق بیان کیا ہے، اور واضح کیا ہے کہ اسلام میں برائی کے پختہ 'عزم' پر مواخذہ ہوتا ہے، جبکہ ابتدائی خیالات اور 'ہم' پر اللہ کا فضل و درگزر ہے۔
- مہر کا تحفظ اور اس کی حیثیت: مہر کی بحث میں علامہ سعیدی نے جمہور اور احناف کے فقہی اختلافات کو مدلل انداز میں پیش کیا۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ مہر محض ایک رسم یا دکھاوا نہیں، بلکہ عورت کا مؤکد شرعی و مالی حق ہے جو اسے معاشی تحفظ فراہم کرتا ہے۔

---

[58]سعیدی، تبیان القرآن، ۹: ۵۱۵

- مسائلِ رضاعت اور بچوں کے حقوق کا تحفظ: مدتِ رضاعت کے حوالے سے انہوں نے جمہور (دو سال) اور امام ابو حنیفہ (اڑھائی سال) کے دلائل کا تقابلی جائزہ پیش کیا۔ سب سے اہم نکتہ یہ اٹھایا کہ میاں بیوی کے باہمی اختلافات یا طلاق کی صورت میں بچوں کو ہتھیار یا انتقام کا ذریعہ بنانا صریحاً حرام ہے، اور بچے کے حقوق والدین کے جھگڑوں سے بالاتر ہیں۔

سفارشات:

1۔ موجودہ دور میں مسلم عائلی قوانین (Muslim Family Laws) میں کئی ایسے سقم موجود ہیں جن کی وجہ سے خاندانی نظام انتشار کا شکار ہے۔ تجویز کی جاتی ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل (Council of Islamic Ideology) اور قانون ساز ادارے، علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ کے متوازن فقہی استدلال اور جدید معاشرتی اپروچ سے رہنمائی حاصل کریں۔ بالخصوص مہر کی فوری ادائیگی، عدت کے احکام، اور مسلم خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لیے ان کی تفسیری ابحاث کو قانونی دستاویزات کا حصہ بنایا جائے۔

2۔ سفارش کی جاتی ہے کہ وفاقی اور صوبائی محکمۂ مذہبی امور، نکاح خوانوں کے لیے تربیتی ورکشاپس کا انعقاد کریں جہاں علامہ سعیدی کے جاہلی نظام کے تقابل اور قرآنی احکامات کی روشنی میں یہ باور کرایا جائے کہ لڑکی کی مرضی کے بغیر پڑھایا جانے والا نکاح شرعاً و قانوناً شدید خطرات کا حامل ہے۔

3۔ معاشرے میں مہر کو محض ایک کاغذی رسم یا طلاق کی صورت میں جرمانے کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ علامہ سعیدی کی تحقیق کے مطابق مہر عورت کا فوری اور مؤکد مالی حق ہے جو اسے معاشی خود مختاری دیتا ہے۔ تجویز ہے کہ نکاح نامہ کے فارم میں مہرِ مؤجل (فوری ادائیگی) کی حوصلہ افزائی کی جائے اور اسے دولہا کی مالی حیثیت کے مطابق منصفانہ طور پر طے کرنے کے لیے قانونی و سماجی دباؤ بڑھایا جائے۔

4۔ جیسا کہ علامہ سعیدی نے سورۃ البقرہ کی روشنی میں واضح کیا کہ میاں بیوی کے جھگڑوں میں بچوں کو ہتھیار یا انتقام کا ذریعہ بنانا حرام ہے، ہمارے فیملی کورٹس (Family Courts) کو چاہیے کہ وہ بچوں کی کسٹڈی (Custody) اور نفقہ (خرچ) کے معاملات کا فیصلہ کرتے وقت اس تفسیری حکمت کو سامنے رکھیں۔ طلاق کے طویل مقدمات کے دوران بچوں کی ذہنی اور جسمانی نشوونما کو والدین کی انا کی بھینٹ چڑھنے سے روکنے کے لیے سخت قوانین وضع کیے جائیں۔

5۔ عصرِ حاضر میں گلوبلائزیشن اور سوشل میڈیا کی وجہ سے بین المذاہب شادیوں کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ علامہ سعیدی نے تبیان القرآن میں مسلم مرد و عورت کے لیے اہلِ کتاب سے نکاح کے فرق کو جس نفسیاتی اور حاکمانہ خاندانی ڈھانچے کی روشنی میں واضح کیا ہے، اسے جدید نسل کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ جامعات اور دینی اداروں میں اس موضوع پر سیمینارز منعقد کیے جائیں تاکہ نوجوانوں کو اس کے دور رس مذہبی اور خاندانی اثرات سے آگاہ کیا جا سکے۔

6۔ یہ مقالہ صرف مسائلِ نکاح تک محدود تھا۔ جامعات کے شعبہ ہائے علومِ اسلامیہ (Islamic Studies Departments) کو تجویز دی جاتی ہے کہ وہ علامہ غلام رسول سعیدی کی تفسیر "تبیان القرآن" اور "تبیان الفرقان" میں بیان کردہ دیگر عائلی و سماجی موضوعات (جیسے طلاق، خلع، وراثت، اور حقوق العباد) پر ایم فل اور پی ایچ ڈی سطح کے مزید تحقیقی منصوبے (Research Projects) تفویض کریں تاکہ ان کی فکری و فقہی خدمات کے تمام گوشے واشگاف ہو سکیں۔

مصادر و مراجع:

ابنِ عابدین، رد المحتار، دار عالم الکتب، ریاض

البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح المختصر، البیروت: مکتبہ دار ابنِ کثیر، ۱۹۸۷ء

الترمذی، محمد بن عیسیٰ، دار الفکر بیروت، ۱۹۸۰ء

جلال الدین سیوطی، الدر المنثور، مکتبہ آیۃ اللہ العظمی، ایران

سعیدی، غلام رسول، تبیان الفرقان، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

مسلم، صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۶

میاں مسعود احمد بھٹہ، حیات النساء، مطبعۃ الحدید، چیمبر لین روڈ لاہور

Bibliography:

- Al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'īl, *Al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ al-Mukhtaṣar*, Beirut: Maktabah Dār Ibn Kathīr, 1987.
- Al-Tirmidhī, Muḥammad bin 'Īsā, Dār al-Fikr, Beirut, 1980.
- Bryan A. Garner (ed.), Black's Law Dictionary, 9th ed., West Publishing Co., St. Paul, Minnesota, 2009
- Ibn 'Ābidīn, *Radd al-Muḥtār*, Dār 'Ālam al-Kutub, Riyadh.

- Jalāl al-Dīn Suyūṭī, *Al-Durr al-Manthūr*, Maktabah Āyatullāh al-'Uẓmā, Iran.
- Miyāṅ Mas'ūd Aḥmad Bhaṭṭah, *Ḥayāt al-Nisā'*, Maṭba'ah al-Ḥadīd, Chamber Lane Road, Lahore.
- Muslim, *Ṣaḥīḥ Muslim*, Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, Beirut, 1426 AH.
- Sa'īdī, Ghulām Rasūl, *Tibyān al-Furqān*, Ḍiyā' al-Qur'ān Publications, Lahore.